ابومروان معاویہ واجد علی ہاشمی

سیدنا حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ

سبطِ رسول، جگر گوشۂ بتول، سوارِ دوشِ رسول، ریحانۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ابن علی، شبیہِ مطفیٰ، پیکر جود وسخا۔ مملکت صلح کا عظیم تاجدار، عرشِ خلافت کا مسند نشین، فتنہ وفساد کو توڑنے والا، بشارتِ نبوی کی تکمیل کرنے والا، ملّتِ اسلامیہ کا محسنِ عظیم۔ خامس خلیفۂ راشد ابو محمد سیدنا حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۱۵؍ رمضان ۳ھ کی شب مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کی والدہ سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا اور والد ہم نسب وعم زادِ رسول، فاتحِ خیبر، شہنشاہِ فقر وولایت، یکے از عشرہ مبشرہ، خلیفۂ رابع عادل وراشد وبرحق امیر المؤمنین خسر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ، ابوتراب سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ تھے۔

امام ذہبی نے سیر اعلام النبلا جلد۳ صفحہ: ۱۶۶ پر نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کی پیدائش پر خود سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لائے اور ان کان میں اذان کہی۔ پھر آپ نے اپنے لعاب دہن سے سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کو گھٹی دی (البدایہ والنہایہ، جلد: ۸، ص: ۳۳) گھر والوں نے نام حرب رکھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن نام رکھا۔ ولادت کے ساتویں روز بحکم رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سر کے بال اتروائے گئے۔ پھر ان بالوں کے برابر چاندی خیرات کی۔ (الاستیعاب، جلد: ا، ص: ۳۶۸) ولادت کے ساتویں روز دو بکریاں عقیقہ کے لیے ذبح کیں۔ شیعوں کے نزدیک شیخ ابی جعفر محمد بن حسن الطّوسی المتوفی ۴۶۰ھ، جو کہ تہذیب الاحکام، الاستبصار، تلخیص الشافی وغیرہ اصول اربعہ کی کتب کا مصنف ومؤلف ہے۔ اس نے کتاب امالی جلد: ا، صفحہ: ۳۸ پر اور ملا باقر مجلسی نے جلاء العیون ص: ۱۲۰ باب تزویج امیر المؤمنین وفاطمہ مطبوعہ تہران میں یہ مسئلہ درج کیا ہے کہ ابوبکر صدیق وعمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما نے سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کی طلب گاری کے لیے آمادہ کر کے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں روانہ کیا۔ جب یہ شادی طے پا گئی تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی کے سامان اور جہیز کی تیاری میں صدیقی اور عثمانی خدمات کی تفصیل شیعہ معتبر کتب میں دیکھیے۔ (امالی شیخ طوسی، جلد: ا، مطبوعہ جدید نجف اشرف۔ ۲: جلاء العیون فارسی، ص: ۱۲۶۔ ۳: کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ، جلد: ا، ص: ۴۸۶، ۴۸۵، طبع تہران، مناقب الاخطب خوارزم فصل عشرون، ص: ۲۵۳)

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کی مجلس میں حضرت ابوبکر وعمر وعثمان رضی اللہ عنہم کا شامل ہونا اور نکاح کا گواہ بننا اور پھر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی کے انتظامات میں حضرت عائشہ اور اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہما کی خدمات مثلاً اس مکان کی صفائی، لپائی، بستر کے گدے تیار کرنا اور اُن کی بھرائی کرنا، پینے کے لیے میٹھے پانی کا انتظام کرنا، مکان میں کھونٹیوں کا نصب کرنا، یہ تمام کارکردگی حضرت عائشہ واُمّ سلمہ رضی اللہ عنہما کے ہاتھوں مکمل ہوئی۔

(دیکھیے: کتاب مناقب خوارزمی، ص: ۲۵۴، امالی طوسی، جلد: ا، ص: ۴۰، مطبوعہ عراق۔ ابن ماجہ: کتاب النکاح، باب الولیمہ)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیٹی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے بڑی محبت فرماتے تھے۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ

عنہا کی زندگی میں ہی آپ کی تین سگی بہنیں سیدہ زینب ۸ھ، سیدہ اُمّ کلثوم ۹ھ، سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہن ۲ھ انتقال فرما گئیں تھیں۔ آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری اولاد میں صرف سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا ہی باقی تھیں۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام تر محبتوں کا مرکز بھی صرف یہی رہ گئیں۔

چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: فاطمہ میرے جسم کا ایک ٹکڑا ہے، جو چیز اسے ایذا دیتی ہے وہ مجھے بھی ایذا دیتی ہے۔ (فتح الباری، جلد: ۷، ص: ۶۹)

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چھے ماہ بعد پیر کے دن ۳؍ رمضان ۱۱ھ کو ہوئی۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو وصیت کی کہ میری بھانجی بڑی بہن زینب کی بیٹی سیدہ اُمامہ بنت ابوالعاص سے عقد کر لیں۔ کیونکہ وہ حسنین کریمین رضی اللہ عنہما سے قریبی رشتہ داری کی وجہ سے بہتر برتاؤ کریں گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور سیدہ اُمامہ رضی اللہ عنہا نے یہ ذمہ داری احسن طریقہ سے پوری کی۔ سیدہ اُمامہ رضی اللہ عنہا سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ایک فرزند محمد الاوسط پیدا ہوئے۔

سیدنا حسن اور خلیفۂ اوّل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ متفقہ طور پر مسلمانوں کے خلیفہ بنے۔ وہ اپنے عہدِ خلافت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں نواسوں کی بہت قدر دانی کرتے تھے۔ امام ابن کثیر نے لکھا ہے کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کی عزت وتکریم کرتے تھے اور اُن کے ساتھ محبت کرتے، اُن پر فدا ہوتے تھے۔ اور ایسا ہونا بھی چاہیے تھا، چنانچہ بخاری، البدایہ والنہایہ، جلد: ۸، ص: ۳۳، طبرانی، مستدرک حاکم، جلد: ۳، ص: ۱۶۸، یعقوبی، جلد: ۲، ص: ۱۱۷ وغیرہ میں یہ روایت موجود ہے کہ ایک صحابی عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ہمیں عصر کی نماز پڑھائی اور مسجد نبوی سے باہر تشریف لائے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی اُن کے ساتھ تھے۔ سامنے حضرت حسن رضی اللہ عنہ بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے۔ جب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بچوں کے پاس سے گزرے تو آپ نے سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کو پکڑ کر اپنے کندھے پر بٹھالیا اور فرمانے لگے یہ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ہم شکل ہے اپنے باپ علی رضی اللہ عنہ کے مشابہ نہیں ہے۔

خلافت فاروقی اور سیدنا حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ:

جس طرح ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حسنین کریمین رضی اللہ عنہ سے محبت وعقیدت تھی۔ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے بھی خاندانِ علوی کے ساتھ محبت اور عقیدت کا یہ سلسلہ اسی طرح جاری رکھا۔ یہی وجہ ہے کہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنی لختِ جگر سیدہ اُمّ کلثوم رضی اللہ عنہا جو سیدہ فاطمۃ الزاہرا رضی اللہ عنہا کے بطن سے تھیں کا نکاح سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے کر دیا۔ اس رشتے کی وجہ سے حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کا سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے گھر میں بے تکلف آنا جانا تھا۔ اس نکاح کا ذکر شیعہ سُنّی دونوں کی کتابوں میں موجود ہے۔ (بخاری، ص: ۴۰۳۔ مستدرک حاکم، جلد: ۳، ص: ۱۴۳۔ کتاب المعارف، ص: ۹۲۔ جمہرۃ الانساب، ص: ۳۷۔ نسب قریش، ص: ۴۱۔ طبری، جلد: ۳، ص: ۱۶۸ و ۲۷۰۔

البدایہ والنہایہ، جلد: ۸، ص: ۳۳۲۔ الاستیعاب ۔ الاصابہ، جلد: ۴، ص: ۴۹۲۔)

(شیعہ کتب: فروع کافی، جلد: ۲، ص: ۳۸ نولکشور۔ الاستبصار، جلد: ۳، ص: ۳۵۳ طبع جدید ایران۔ تہذیب الاحکام، جلد: ۹، کتاب الفرائض والمواریث، ص: ۳۶۳۔ مجالس المؤمنین، ص: ۴۵۱۔ مناقب شہر آشوب، جلد: ۱، ص: ۲۷۵ طبع بیروت، وغیرہم)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کا وظیفہ بدری صحابہ کے برابر مقرر فرمایا، مالی حقوق میں خاندان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا پورا پورا خیال رکھتے۔ مال غنائم میں سے ان کو حصہ دیتے خُمس عراق سے وظائف وعطیات دیتے، مال غنائم میں کچھ کپڑا آیا، آپ نے سب تقسیم فرمادیا اور یمن سے حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کے لیے خصوصی کپڑا منگایا اور ان کو دیا۔ حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی رشتہ داری اور تعلقات خاندانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور خاندان علوی کے ساتھ بہت مستحکم تھے۔ انساب سیَر اور تاریخ کی کتب میں ان کی تفصیل طویل ہے، یہاں مختصراً تذکرہ کیا گیا۔

خلافتِ عثمانی میں سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کی خدمات:

خلافتِ صدیقی و فاروقی میں سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کمسنی کے باعث کسی اہم دینی کام اور ملّی امور میں زیادہ تر حصہ نہیں لے سکے، عہدِ عثمانی میں یہ حضرات دورِ شباب میں داخل ہو چکے تھے۔ چنانچہ خلافتِ عثمانی میں ان کی عملی زندگی کا آغاز ہوتا ہے، دیگر صحابہ کی طرح خلافت عثمانی میں حضرات حسنین بھی دینی اور ملّی امور میں شریک ہوتے تھے۔ جہادِ اسلامی اور جنگی مواقع پر معاون و مددگار ہوتے تھے۔ خلافتِ عثمانی میں فتوحات کا دائرہ افریقہ تک پھیل چکا تھا۔ حسنین کریمین رضی اللہ عنہما نے ۲۶ھ میں جہاد طرابلس و افریقہ میں حصہ لیا، ۳۱ھ میں خراسان، طبرستان اور جرجان کے جنگی محاذوں پر دادِ شجاعت دی اور بھر پور حصہ لیا۔ ابن خلدون نے ۲۷ھ کے جہاد اسلامی میں بھی ان کی شرکت کا تذکرہ کیا ہے۔

سبائی بغاوت کا مقابلہ:

جب مصر، کوفہ اور بصرہ کے سبائیوں نے قصرِ خلافت کا محاصرہ کیا تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اپنے دونوں بیٹوں کو اور اپنے غلام قنبر کو امیر المؤمنین سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی حفاظت اور مدافعت کے لیے مکانِ عثمان کے باہر کئی روز تک متعین کیے رکھا۔

(البدایہ والنہایہ، جلد: ۸، ص: ۱۸۱۔ انساب الاشراف بلاذری، جلد: ۵، ص: ۶۹۔ شرح نہج البلاغہ ابن الحدید، جلد: ۱، ص: ۱۹۷)

سبائیوں کی شدید سنگ باری سے سیدنا حسین ابن علی رضی اللہ عنہما، عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما، مروان بن حکم رضی اللہ عنہما شدید زخمی ہوئے اور پھر ان باغی سبائیوں نے دوہرے دامادِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم، خالوئے حسنین کریمین رضی اللہ عنہما مظلوم شہید مدینہ، ناشر قرآن، امیر المؤمنین سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کو بڑی بے دردی سے شہید کیا تو تدفین میں خاندانِ علوی نے شرکت کی اور نمازِ جنازہ ادا کی۔

خلافتِ علی رضی اللہ عنہ اور سیدنا حسن رضی اللہ عنہ:

حضرتِ عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بیعت خلافت کرنے کا تقاضا کیا گیا، آپ نے پہلے انکار کیا بعد میں اسے قبول کرلیا۔ حالات انتہائی کشیدہ تھے۔ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے والد محترم کی خدمت میں حاضر ہوکر مشورہ

دیا کہ جب تک خلافتِ اسلامیہ کے لوگ آپ سے بیعت نہ کریں آپ بیعت نہ لیں، لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس مشورے کو قبول نہ کیا۔ چنانچہ قصاص عثمان رضی اللہ عنہ پر اختلاف پیدا ہوگیا اور متعدد صحابہ رضی اللہ عنہم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت نہ کی۔ اور یہ خلیج سبائیوں کی سازش سے اتنی گہری ہوگئی کہ جمل اور صفین میں کئی ہزار صحابہ رضی اللہ عنہم کا مقدس خون بھی اسے نہ بھر سکا۔ سبائی اپنی سازش میں کامیاب رہے اور سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا پورا دورِ خلافت سبائیوں کی سازشوں کے لیے سازگار رہا۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ بھی آخر ان سازشوں کو بھانپ گئے اور صفین میں آپ نے اعلان کیا کہ قاتلانِ عثمان میرے لشکر سے الگ ہوجائیں۔ سبائیوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھی قتل کرنے کا ارادہ کیا، مگر عبداللہ ابن سبا نے انھیں منع کیا اور کہا کہ تمھاری بقا اسی میں ہے کہ دونوں لشکروں میں گھلے ملے رہو۔ بالآخر ۱۷رمضان ۴۰ھ کی شب کو خارجی سبائیوں نے تین افراد کو قتل کرنے کا منصوبہ بنایا۔ شام میں سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ، مصر میں عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اور کوفہ میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ پر قاتلانہ حملہ کیا گیا۔ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اُس روز بیمار تھے فجر کی نماز پر انھوں نے خارجہ بن خدیفہ رضی اللہ عنہ کو بھیجا، عمرو بن برک نے اُنھیں شہید کر دیا۔ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ اس قاتلانہ حملے میں بچ گئے، قاتل پکڑا گیا۔ عبدالرحمٰن ابن ملجم نے نماز فجر میں جاتے وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ پر تلوار سے حملہ کیا، جس میں آپ شدید زخمی ہوگئے۔ آپ سے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی خلافت کے لیے پوچھا گیا، آپ نے نہ روکا اور نہ حکم دیا۔ جمل اور صفین میں جو حالات آئے تھے اس پر سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو سخت افسوس تھا، چنانچہ ۳۶ھ میں سبائیوں کی سازش سے حادثۂ جمل واقع ہوا۔ جس میں عشرہ مبشرہ سیدنا طلحہ اور سیدنا زبیر رضی اللہ عنہما شہید ہوئے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی لاش کے جب قریب آئے تو حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ: کاش تیرا باپ اس واقعہ سے بیس سال پہلے مرگیا ہوتا۔ فرزند حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ نے عرض کی ابا جان میں نے آپ کو روکا تھا اور مدینہ چھوڑتے وقت بھی میں نے مخالفت کی تھی (تاریخِ اسلام، علامہ ذہبی، جلد:۲،ص:۱۵۱)

قاتلانہ حملہ میں جب آپ شدید زخمی ہوئے اپنے سب بیٹوں وصیتیں کیں، سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کو خاص وصیت فرمائی کہ بیٹا میری وفات کے بعد معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کر لینا۔ اگر تم نے اُن کو اپنے ہاتھوں سے کھو دیا تو پھر اُمّت میں ایسا اختلاف وانتشار واقع ہوگا جس کے تلخ ترین نتائج ہوگئے۔

(البدایہ والنہایہ، جلد:۸۔ ابن اثیر، جلد:۳،ص:۳۷۔ ازالۃ الخفاء، جلد:۲،ص:۲۸۳)

سبائی تبرائی طبقہ صحابہ رضی اللہ عنہم پر جنازہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نہ پڑھنے کا بے بنیاد الزام لگاتا ہے۔ شیخ مفید کے حوالہ سے اصول کافی، جلد:۱،ص:۴۵۷ پر ایک روایت موجود ہے کہ حسنین کریمین رضی اللہ عنہما اپنے والد کو دفن کر کے واپس آ رہے تھے تو راستہ میں انھیں شیعوں کی ایک جماعت ملی جنھوں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی نمازِ جنازہ میں شرکت نہ کی تھی۔

خلافتِ حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ:

رمضان ۴۰ھ کو کوفہ کی جامع مسجد میں آپ کی بیعتِ خلافت ہوئی۔ آپ کی بیعت کے بعد چند ماہ تو حالات پرسکون رہے لیکن سبائی شرپسندوں نے ایسے حالات بنا ڈالے کہ مسلمانوں کا جمل اور صفین کے بعد پھر ٹکراؤ ہو، آپ قتال

المسلمین کے خلاف تھے۔آپ انتہائی غیرت مند دلیر اور شہسوار تھے لیکن آپ کو بصیرت ودانائی کا بھی بہت بڑا حصہ حاصل تھا چنانچہ آپ سبائیوں کی تمام سازشوں سے واقف تھے۔

ملا باقر مجلسی نے جلاء العیون، حصہ اوّل ،ص:۳۷۹ پر سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو وصیت نقل کی ہے۔حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: بتحقیق ایک روز مجھے امیر المؤمنین نے شاد وخرم دیکھ کر فرمایا: اے حسن (رضی اللہ عنہ) تم خوشی کرتے ہو،اس وقت تمھارا کیا حال ہوگا جب اپنے باپ کو زخمی دیکھو گے، بلکہ اس وقت تمھارا حال کیا ہوگا جس وقت خلافت بنواُمیّہ میں پہنچے گی۔اسی طرح بخاری کتاب الصلح میں فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

اِنَّ ابنِی ھٰذَا سَیّدٌ وَ لَعَلَّ اللّٰہَ اَنْ یُّصلِحَ بِہٖ بَیْنَ فِئَتَیْنِ عَظِیْمَتَیْنِ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ.

کہ میرا یہ بیٹا سید ہے، اُمید رکھنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے مسلمانوں کی دو جماعتوں کے درمیان صلح کرادے گا۔

اپنے والد محترم کی وصیت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس پیشنگوئی کو مدنظر رکھتے ہوئے اور سبائیوں کے رویے سے تنگ آکر آپ نے سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کرنے کا ارادہ کرلیا۔کوفہ میں یہ صلح ناممکن تھی۔کیونکہ کوفہ سبائیوں کا مرکز تھا لہٰذا کوفہ سے باہر ہی یہ صلح ممکن تھی۔چنانچہ بظاہر آپ لشکر لے کر مدائن کی طرف نکلے،آپ نے اپنے تمام اصحاب کو اکٹھا کر کے ایک خطبہ ارشاد فرمایا جس میں اپنا عندیہ نپے تلے انداز میں ظاہر کیا،تقریر ختم ہوئی تو آپ کے لشکری ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ خدا کی قسم ہمارا گمان ہے کہ یہ معاویہ (رضی اللہ عنہ) سے صلح اور امر خلافت اس کے سپرد کرنا چاہتے ہیں۔سبائی کہنے لگے کہ خدا کی قسم یہ مرد کافر ہوگیا ہے......پھر وہ آپ کے خیمہ پر ٹوٹ پڑے اور اسے لوٹ لیا،آپ رضی اللہ عنہ کے نیچے جو مصلّٰی تھا اسے کھینچ لیا......آپ کے کندھے سے چادر اتار لی،آپ کی لونڈی کے پاؤں سے خلخال اتار لی، زہر آلود خنجر سے آپ کے زانو کو زخم لگایا۔آپ کو اٹھا کر چارپائی پر مدائن کے گورنر سعد بن مسعود ثقفی کے گھر لے گئے، یہ مختار ثقفی کا چچا تھا۔مختار اپنے چچا سعد کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ آؤ حسن رضی اللہ عنہ کو معاویہ رضی اللہ عنہ کے سپرد کردیں تا کہ وہ عراق کی گورنری ہمیں دے دے...... (احسن المقال، جلد:۱،ص:۳۰۰۔تذکرۃ الاطہار،ص:۲۷۹)

آپ نے اہلِ کوفہ کی فریب کاری دھوکہ بازی اور دجل وفریب اور مکاری و بے وفائی سے تنگ آکر سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح پر آمادگی ظاہر کردی۔ربیع الاوّل ۴۱ھ کو ایک تحریری معاہدہ ہوا جس کی مندرجہ ذیل شرائط تھیں۔

۱۔ ہمارے کسی حمایتی پر سختی نہ کی جائے۔
۲۔ بصرہ کا موجودہ خزانہ مجھے دے دیا جائے۔
۳۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے جاری کردہ صوبہ اہواز کی سابقہ آمدنی حسب سابق تاحیات ہمیں ملتی رہے۔
۴۔ بنو ہاشم کو بنواُمیّہ پر معاملات میں ترجیح دی جائے۔
۵۔ میرے اور ہمارے والد کے دور کے تمام رفقاء کو ملکی معاملات میں مساوی حقوق دیے جائیں۔
۶۔ میرے بھائی حسین رضی اللہ عنہ کو بیس لاکھ سالانہ دیے جائیں۔

اس صلح نامہ پر دونوں فریقین نے دستخط کر دیے۔ اس صلح کے بعد حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بعت خلافت کی۔ اہلِ کوفہ آپ کے سخت مخالف ہو گئے، آپ سے انتہائی بدتمیزی اور گستاخی سے پیش آتے، آپ کے صلح کے فعل کو مؤمنین (یعنی سبائیوں کے لیے) شرم و ذلت کا باعث قرار دینے لگے۔

فتح الباری، جلد:۱۳، ص:۵۵۔ البدایہ، جلد:۸، ص:۴۱۔ تاریخ الخلفاء، ص:۹۱۔ تاریخ اسلام، جلد:۲، ص:۲۰۸ پر لکھا ہے: **فکان اصحاب الحسن یقولون له یا عار المؤمنین**. اے مؤمنوں کے لیے شرم اور عار کا باعث۔ آپ جواب میں فرماتے: **العــار خیــر من النــار**. یہ شرم اور عار جہنم کی آگ سے بہتر ہے۔ کبھی کہتے مؤمنوں کا منہ سیا کرنے والے اور کبھی کہتے **السلام علیکم یا مذل المؤمنین**. السلام علیکم اے مؤمنوں کو ذلیل کرنے والے۔

(تفصیل دیکھیے: جلاء العیون، ص:۳۲۴۔ اخبار الطّوال، ص:۲۲۱۔ ابن عساکر، جلد:۷، ص:۳۵)

کسی نے اعتراض کیا کہ آپ ہر طرح خلافت کے حق دار تھے پھر کیوں دستبردار ہوئے؟ فرمایا: ’’میں نے دنیا کو اچھا نہ جانا اور کوفہ کے رہنے والے ایسے لوگ ہیں جن کے قول و عمل کا اعتبار نہیں۔ ان پر جس نے اعتبار کیا اس نے خرابی دیکھی، نہ ان کا آپس میں اتفاق ہے، نہ ان میں استقلال ہے، نہ کارِ خیر پر قائم رہتے ہیں نہ کارِ بد پر۔ متلون مزاج ہیں، جیسی ہوا ہو ویسا ہی رخ اختیار کر لیتے ہیں۔ ان کی نیتیں بری ہیں۔ والد محترم نے بھی کوفہ والوں سے بڑے بڑے صدمے اٹھائے۔‘‘

ایک موقع پر آپ نے اپنے لشکریوں سے یوں فرمایا:

’’مجھے فریب دیا جس طرح تم نے مجھ سے بہتر کو فریب دیا اور نہیں معلوم میرے بعد تم لوگ کس امام سے مقاتلہ کرو گے۔‘‘ (جلاء العیون، حصہ اوّل، ص:۳۶۸)

زید بن وہب جہنی سے زخمی ہونے کے بعد آپ نے فرمایا:

’’قسم بخدا! اس جماعت سے میرے لیے معاویہ رضی اللہ عنہ بہتر ہے، یہ لوگ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم شیعہ ہیں۔ میرا ارادہ قتل کیا، میرا مال لوٹ لیا...... قسم بخدا! اگر میں معاویہ رضی اللہ عنہ سے جنگ کروں یہی لوگ مجھے اپنے ہاتھ سے پکڑ کے معاویہ رضی اللہ عنہ کو دے دیں......‘‘ (احتجاج طبرسی، جلد:۲، ص:۳۴۳)

خلافت کے بوجھ سے سبکدوش ہونے کے بعد آپ مدینہ منوّرہ تشریف لے گئے اور بقیہ زندگی روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑوس میں بسر کی۔ آپ کی مدت خلافت چھے ماہ پانچ دن ہے۔ آپ ۲۱ر رمضان کو مسندِ خلافت پر متمکن ہوئے اور ربیع الآخر ۴۱ھ کو خلافت سے دستبردار ہو گئے۔ ۴۹ھ میں مدینۃ الرسول میں چالیس روز صاحب فراش رہ کے اس دارِ فانی سے دارِ باقی کو رحلت فرما گئے۔ (تاریخ خمیس، جلد:۲، ص:۳۴۶)

بعض مؤرخین جن میں مسعودی پہلا شخص ہے جس نے لکھا ہے کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ آپ کو زہر دلوایا تھا، جس سے آپ کی وفات ہوئی۔ یہ ایک منقطع روایت ہے، اس کی نہ تو کوئی حیثیت ہے اور نہ اس پر کوئی شرعی شہادت ہے۔ ابن خلدون نے جلد:۲، ص:۱۱۳۹ پر جعدہ بنت اشعث کے ذریعے زہر دلوانے کی نفی کی ہے اور اسے شیعہ حضرات کی روایات میں کہا ہے۔ قدیم

مؤرخین نے زہر خوانی کی روایت کا سرے سے تذکرہ ہی نہیں کیا اور جن مؤرخین نے ذکر کیا ہے انھوں نے بھی بغیر کسی راوی کے نام لیے صرف قیل یا یُقال کے الفاظ سے اس کا تذکرہ کیا ہے اور ایسے الفاظ ضعیف روایت پر دلالت کرتے ہیں۔ یہ روایت یعقوبی، مسعودی، الاستیعاب، اسد الغابہ، الاصابہ، تہذیب التہذیب، البدایہ، ابن اثیر میں منقول ہے۔ ان تمام میں یہی الفاظ موجود ہیں کہ لوگ کہتے ہیں، بعض لوگوں کا خیال ہے، کہا جاتا ہے وغیرہ۔ ان سے مراد کون لوگ ہیں، راوی کون ہے؟ یہ پتہ ہی نہیں چلتا۔ یعقوبی نے شیعہ ہونے کے باوجود زہر دینے والے کا نام نہیں لکھا۔ علامہ ابن جوزی نے بھی زہر کا ذکر نہیں کیا۔ علامہ الدمیری نے حیات الحیوان میں بھی بیماری کا ذکر کیا ہے۔ ابن خلدون، ابن تیمیہ، ابن کثیر، شیعہ مؤرخ الدینوری نے زہر والے واقعہ کا انکار کیا ہے۔

آپ چالیس روز بیمار رہے، ۵ ربیع الاوّل ۴۹ھ یا ۵۰ھ مطابق فروری ۶۶۹ء کو آپ نے انتقال فرمایا۔ آپ کی نماز جنازہ اُموی گورنر سیدنا سعید بن العاص رضی اللہ عنہ نے پڑھائی۔ نماز جنازہ پڑھانے کی یہ روایت البدایہ، جلد: ۸، ص: ۴۴، الاستیعاب، جلد: ۱، ص: ۳۷۳، سنن کبریٰ اور بیہقی میں بھی موجود ہے۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ پر کثرت ازواج اور کثرت سے طلاق دینے کا الزام بھی ہے۔ ابن الحدید نے ۷۰ ازواج اور نور الابصار میں ۹۰ ازواج کا ذکر کیا ہے۔ قوت القلوب میں یہ تعداد ۲۵۰ اور ۳۰۰ تک پہنچا دی گئی ہے (نقوش عصمت، ص: ۲۱۸) یہ تمام روایات مبالغہ آرائی سے خالی نہیں۔ اوراق تاریخ دیکھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے مختلف اوقات میں نو عورتوں سے نکاح کیے، جن میں سے بارہ بیٹے اور پانچ بیٹیاں تھیں اور بعض روایات میں بیس بیٹے بھی بیان کیے گئے ہیں۔ شیخ مفید نے الاشاد میں آپ کی اولاد کی تعداد پندرہ بیان کی ہے۔

ازواج واولاد:

زید بن حسن، اُمّ الحسن، اُمّ الحسین، ان تینوں کی والدہ اُمّ بشیر بنت ابی مسعود عقبہ بن عمر بن ثعلبہ خزرجیہ ہیں۔

حسن بن حسن (حسن مثنیٰ) ان کی والدہ خولہ بنت منظور فزاریہ ہیں۔ عمرو، قاسم، عبداللہ، ان کی ماں اُمّ ولد ہیں۔ عبدالرحمٰن اس کی ماں اُمّ ولد (لونڈی) ہیں۔ حسین اثرم، طلحہ، اور فاطمہ ان تینوں کی ماں اُمّ اسحاق بنت طلحہ بن عبید اللہ عشرہ مبشرہ ہیں۔ اُمّ عبداللہ، فاطمہ، اُمّ سلمہ اور رقیہ یہ بیٹیاں مختلف ماؤں سے تھیں۔ (ارشاد، ص: ۲۸۵)

مؤرخین کا اولاد حسن کی تعداد میں اختلاف ہے، واقدی اور قلبی نے پندرہ بیٹے، آٹھ بیٹیاں، ابن جوزی نے سولہ بیٹے اور چار بیٹیاں، ابن شہر آشوب نے پندرہ بیٹے اور چھ بیٹیاں ذکر کی ہیں۔ باقی کتب سے بیس بیٹے اور گیارہ بیٹیاں بیان کی گئی ہیں۔ علی اکبر، علی اصغر، عبداللہ، اکبر جعفر، احمد، اسمٰعیل، یعقوب، محمد اکبر، محمد اصغر، حمزہ، ابوبکر، سُکینہ، اُمّ الخیر اُمّ عبدالرحمٰن اور رملہ نام بھی ذکر کیے گئے ہیں۔ (منتہی الآمال، جلد: ۱، چھٹی فصل، ص: ۳۱۷)

علامہ ابن حزم نے اپنی مشہور کتاب جمہرۃ الانساب میں اولاد حسن رضی اللہ عنہ کے تحت مندرجہ ذیل نام دیے ہیں:

۱۔ سیدنا حسن بن حسن (مثنیٰ) ماں خولہ بنت منظور فزاریہ۔ ۲۔ زید بن حسن ان کی ماں اُمّ بشیر بنت ابی مسعود انصاری۔ ۳۔ عمرو۔ ۴۔ حسین۔ ۵۔ قاسم۔ ۶۔ ابوبکر۔ ۷۔ طلحہ ان کی والدہ اُمّ اسحاق بنت طلحہ بن عبید اللہ۔ ۸۔ عبدالرحمٰن۔

۹۔عبداللہ۔۱۰۔محمد۔۱۱۔جعفر۔۱۲۔حمزہ۔ یہ مختلف لونڈیوں سے تھے۔عبداللہ، قاسم، اور ابوبکر سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ کربلا میں شہید ہوئے۔(جمہرۃ الانساب،ص:۳۹۔۳۸)

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی اولاد کی مجموعی تعداد جو کربلا کے سفر میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ہمراہ تھی، آٹھ ہے۔(منتھی الآمال، جلد:۱،ص:۳۲۰)

آپ کی ازواج کی تعداد نو ہے۔(۱) اُمّ کلثوم بنت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ (۲) فاطمہ اُمّ بشیر بنت ابی مسعود بن عقبہ خزرجی (۳) خولہ بنت منظور فزاریہ (۴) اُمّ اسحاق بنت طلحہ رضی اللہ عنہ بن عبیداللہ تیمی (۵) جعدہ بنت اشعث اور چار لونڈیوں سے آپ کی اولاد ہے۔جس کی تفصیل اوپر بیان کی جا چکی ہے۔

زید بن حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ کا یہ آپ کے سب سے بڑے بیٹے ہیں۔ یہ بڑے جلیل القدر اور شریف الطبع تھے، نوّے سال تک زندہ رہے۔۱۲۰ھ میں وفات پائی۔ مکہ اور مدینہ کے درمیان مقام حاجز پر وفات پائی۔ زید کی بیوی لُبابہ بنت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ جو کہ پہلے عباس بن علی المرتضیٰ کی بیوی تھیں۔ جب وہ کربلا میں شہید ہو گئے تو زید نے لُبابہ سے شادی کر لی، دو بچے ہوئے۔(۱) حسن (۲) نفیسہ۔حسن بن زید اسی سال تک زندہ رہے۔ان کے آٹھ بیٹے تھے۔ سب سے بڑے قاسم تھے۔نفیسہ بنت زید جو کہ سیدنا حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ کی پوتی ہیں ان کی شادی خاندانِ بنواُمیّہ میں ولید بن عبدالملک بن سیدنا مروان رضی اللہ عنہ سے ہوئی۔

حسن بن حسن رضی اللہ عنہ (حسن مثنیٰ)

متوفی ۹۷ھ پینتیس برس کی عمر میں وفات پائی۔ان کی ماں خولہ بنت منظور فزاریہ ہیں۔حسن مثنیٰ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے داماد تھے۔ فاطمہ بنت حسین رضی اللہ سے شادی ہوئی، کربلا میں موجود تھے، شدید زخمی ہوئے۔ اسماء بنت خارجہ فزاری جو اِن کی والدہ خولہ کی رشتہ دار تھیں نے عمرو بن سعد رضی اللہ عنہ کے حکم سے حسن مثنیٰ کا علاج کیا۔صحت یاب ہونے پر مدینہ روانہ کر دیا۔(منتھی الآمال، ص:۳۱۹)ان کی اولاد میں (۱) عبداللہ (۲) ابراہیم (۳) حسن مثلث (۴) زینب (۵) اُمّ کلثوم، ان کی ماں فاطمہ بنت حسین رضی اللہ عنہ ہیں (۶) داؤد (۷) جعفر اُمّ ولد سے تھے (۸) محمد ان کی ماں رملہ ہے (۹) رقیہ (۱۰) فاطمہ (۱۱) اُمّ قاسم (۱۲) حمادہ (۱۳) مُلیکہ

زینب بنت حسن مثنیٰ کی شادی عبدالملک بن مروان رضی اللہ عنہ سے ہوئی۔(منتھی الآمال، جلد:۱،ص:۳۳۰۔جمہرۃ الانساب، ص:۴۲)

فاطمہ بنت حسن مثنیٰ کا نکاح معاویہ بن عبداللہ بن جعفر طیار سے ہوا، جس سے یزید، حماد، صالح اور حسین پیدا ہوئے جو کہ عبداللہ بن جعفر کے پوتے تھے۔(منتھی الآمال، جلد:۱،ص:۳۳۰) اُمّ قاسم بنت حسن مثنیٰ کا نکاح سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پوتے مروان بن ابان بن عثمان سے ہوا۔(جمہرۃ الانساب، ص:۴۲، نسب قریش، ص:۵۳۔کتاب المحبر ص:۴۸۰)

حمادہ بنت حسن مثنیٰ کی شادی سیدنا مروان بن حکم رضی اللہ عنہما کے بھتیجے کے بیٹے سے ہوئی۔ مُلَیکہ بنت حسنی مثنیٰ کی شادی جعفر بن مصعب بن زبیر سے ہوئی۔(نسب قریش، جز ثانی، ص:۵۳)